

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
رسول اللہ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکارتے (نسائی)

زیادۃ الخشوع

بوضع الیدین فی القیام بعد الركوع
الملقب بہ

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا

مصنف

شیخ العربیۃ العظمیٰ سید علامہ ابو عمر بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

این يضع المصلی یدیه بعد الرفع من الركوع

(رکوع سے اٹھنے کے بعد نمازی ہاتھ کہاں رکھے؟)

مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ

الناشر

حرکت الدعوتہ الجہاد و جمعیت المدینۃ المنورہ

بسم الله الرحمن الرحيم

رسول اللہ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے (نسائی)

زیادۃ الخشوع

بوضع الیدین فی القیام بعد الركوع

الملقب به

رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا

مصنف

شیخ العرب والجم سید علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

این بضع المصلی یدیه بعد الرفع من الركوع ؟

(رکوع سے اٹھنے کے بعد نمازی ہاتھ کہاں رکھے؟)

مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ

الناشر

حرکتہ الدعوة والجهاد جمعیت (بلاحدیث سنہ)



نام کتاب : زیادة الخشوع بوضع الیدین بعد الركوع (رکوع کے بعد ہاتھ

باندھنا)

مؤلفین : شیخ بدیع الدین شاہ راشدی (حفظہ اللہ) مع فتاویٰ شیخ عبدالعزیز

بن عبداللہ بن باز، شیخ محمد بن صالح العثیمین (رحمہما اللہ) اور شیخ

ربیع بن ہادی المدخلی (حفظہ اللہ)

ترجمہ و ترتیب : طارق علی بروہی (صرف شیخ ربیع کا فتویٰ)

صفحات : ۶۷

ناشر : جمیعت المحمدیہ (سندھ)، اصلی اہل سنت ڈاٹ کام

| نمبر شمار | فہرست مضامین | صفحہ | نمبر شمار | فہرست مضامین | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|------------------------------|------|
| ۱ | پیش لفظ | ۴ | ۲۷ | وضع تہنیتی فعل ہے | ۳۶ |
| ۲ | رکوع کے بعد والے قیام میں ہاتھ باندھنا | ۹ | ۲۸ | ہاتھ نہ باندھنے والوں کے عذر | ۴۰ |
| ۳ | ہاتھ باندھنے کی حکمت | ۱۰ | ۲۹ | عذر نمبر ۱ اور اس کا جواب | ۴۰ |
| ۴ | نبی ﷺ نے سدل سے منع فرمایا | ۱۱ | ۳۰ | عذر نمبر ۲ اور اس کا جواب | ۴۲ |
| ۵ | سدل کا مطلب؟ | ۱۱ | ۳۱ | عذر نمبر ۳ اور اس کا جواب | ۴۴ |
| ۶ | رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے دلائل | ۱۳ | ۳۲ | عذر نمبر ۴ اور اس کا جواب | ۴۵ |
| ۷ | پہلی دلیل | ۱۳ | ۳۳ | عذر نمبر ۵ اور اس کا جواب | ۴۶ |
| ۸ | اس حدیث پر اعتراض کا جواب | ۱۴ | ۳۴ | عذر نمبر ۶ اور اس کا جواب | ۴۸ |
| ۹ | دوسرا اعتراض اور اس کا جواب | ۱۵ | ۳۵ | رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد | ۵۰ |
| ۱۰ | حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث سے | ۱۷ | | نمازی ہاتھ کہاں رکھے؟ | |
| ۱۱ | کلمہ اذائی وضاحت | ۱۷ | | کتاہچہ مفتی اعظم سعودی عرب | |
| ۱۲ | ایک اور اعتراض اور اس کا جواب | ۱۸ | | شیخ عبدالعزیز بن باز | |
| ۱۳ | اذا قضیہ کو مہملہ بتاتی ہے | ۱۸ | ۳۶ | ضروری تنبیہ | ۶۲ |
| ۱۴ | تیسری دلیل | ۱۹ | | | |
| ۱۵ | چوتھی دلیل | ۲۱ | | | |
| ۱۶ | پانچویں دلیل | ۲۱ | | | |
| ۱۷ | چھٹی دلیل | ۲۳ | | | |
| ۱۸ | اس حدیث پر اعتراض کا جواب | ۲۳ | | | |
| ۱۹ | ساتویں دلیل | ۲۴ | | | |
| ۲۰ | ائمہ اربعہ اور وضع الیدین بعد الرکوع | ۲۵ | | | |
| ۲۱ | امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا فتویٰ | ۲۶ | | | |
| ۲۲ | علماء حنفیہ | ۲۸ | | | |
| ۲۳ | علماء حنبلیہ | ۳۱ | | | |
| ۲۴ | تواتر عملی | ۳۲ | | | |
| ۲۵ | محدثین کرام | ۳۳ | | | |
| ۲۶ | ہاتھ نہ باندھنے والوں کی دو جماعتیں | ۳۵ | | | |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اسلام میں نماز کو جو مقام حاصل ہے اس سے کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔ نماز ایک مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق کی حیثیت رکھتی ہے۔ نماز کی اہمیت کے متعلق قرآن کریم کی بہت سی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے نماز کا مکمل طریقہ اپنی امت کو تعلیم فرمادیا ہے۔ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک ہر چیز کی مکمل تعلیم دی اور ارشاد فرمایا: صلوا کما رایتہمونی اصلی (صحیح بخاری) نماز اس طرح پڑھو کہ جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو، نبی ﷺ کا فرمان واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ آپؐ نے نماز کا ایک ایک عمل اپنی امت کو تعلیم فرمایا ہے اور نماز کے کسی عمل کو تشنہ نہیں چھوڑا یہ اور بات ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کو سمجھنے میں کوئی غلطی کر بیٹھے۔ ہمیں نماز کا ہر عمل رسول ﷺ کی صحیح احادیث سے لینا ہو گا اور خود ساختہ فقہ یا کسی شخص کی کسی ذاتی رائے کو نماز میں داخل کرنا شریعت سازی کے مترادف ہو گا۔

نماز کے بہت سے مسائل میں اہل حدیث اور اہل تقلید کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ اہل الحدیث ان مسائل میں صحیح احادیث کا دامن تھام کر صراط مستقیم کو اختیار کئے ہوئے ہیں جبکہ اہل التقليد اپنے اماموں کی تقلید کی بنا پر ہر طرح کی رطب و یابس روایات کو لے کر صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔

نماز میں رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد ہاتھوں کو کس مقام پر رکھا جائے؟ یعنی

دوبارہ باندھ لیا جائے یا پھر لٹکایا جائے؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ عام علماء کرام ہاتھوں کو لٹکانے کے جواز کے قائل ہیں لیکن اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔ دراصل بغور دیکھا جائے تو نماز کی چار حالتیں بنتی ہیں ۱۔ قیام ۲۔ رکوع ۳۔ سجدہ اور ۴۔ قعدہ اور پھر ہر حالت میں ہاتھوں کا مقام متعین ہے۔ قیام میں ہاتھ سینہ پر باندھے جاتے ہیں۔ رکوع کی حالت میں ہاتھ گھٹنوں پر ہوتے ہیں۔ سجدہ کی حالت میں زمین پر اور قعدہ کی حالت میں رانوں پر اب حالت قیام چاہے پہلی رکعت کا ہو یا دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کا۔ ان تمام رکعتوں میں قیام کی حالت میں ہاتھوں کو باندھا جاتا ہے۔ اگرچہ دوسرے، تیسرے اور چوتھے قیام کے لئے الگ اور مستقل دلیل موجود نہیں ہے لیکن پہلے قیام والی دلیل ہی سے استدلال کر کے ہر قیام میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں اب رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد انسان چونکہ دوبارہ حالت قیام میں واپس آجاتا ہے اور حالت قیام میں ہاتھ سینہ پر باندھنے ہوتے ہیں اور اس حالت کے لئے حدیث میں ہاتھوں کے لئے کوئی دوسری جگہ متعین نہیں کی گئی ہے۔ لہذا قیام کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہاتھوں کو سینہ پر باندھ لیا جائے۔ اس کی مثال یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ جلسہ میں ہم ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے ہیں۔ اب چاہے پہلا جلسہ ہو یا آخری۔ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت ہو یا دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر جلسہ استراحت کی حالت ہو ہر حالت میں ہاتھ خود بخود رانوں ہی پر آجاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہی صورت حالت قیام کی بھی ہے کہ قیام چاہے پہلی رکعت کا ہو یا دوسری کا یا رکوع

کے بعد کا ہو ہر حالت میں ہاتھوں کا مقام سینہ ہی بنتا ہے۔ لہذا قیام کی حالت میں ہاتھوں کو سینہ ہی کی طرف جانا چاہیے۔ نماز خسوف و کسوف میں رکوع کے بعد قیام کرنا پڑتا ہے اور اس قیام میں بھی ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ استاذ العلماء جناب علامہ شاہ بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے اہل علم میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اور ان کا شمار دنیا میں گنتی کے چند علماء کرام میں ہوتا تھا اور بلاشبہ وہ اپنے دور کے محدث کبیر تھے انہوں نے اس مسئلہ پر بہت سی کتابیں ترتیب دیں اور ”زیادۃ الخشوع بوضع الیدین فی القیام بعد الرکوع“، اس سلسلہ میں ان کی مختصر لیکن جامع کتاب ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے نقلی و عقلی دلائل سے اس مسئلہ پر خوب سیر حاصل بحث کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا حق ادا کر دیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھوں کا باندھنا ہی صحیح ہے۔ اور مخالفین نے اس سلسلہ میں جو شبہات وارد کئے ہیں ان تمام شبہات کے بھی تسلی بخش جوابات دیئے ہیں اس موضوع پر یہ ایک مکمل اور طالبان حق کے لئے راہ نما کتاب ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مسئلہ صرف شاہ صاحبؒ نے اٹھایا ہے اور اختلافی مسائل میں اس مسئلہ کا کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ مسعود احمد فی الیں سی صاحب نے تو یہاں تک پوچھا ہے کہ ماضی میں وہ موڑ بتایا جائے کہ جس میں اس سنت کو ترک کر دیا گیا ہو یا پھر محدثین نے اس اختلاف کا ذکر کیا ہو لیکن یہ اعتراض ان کی لا علمی کی دلیل ہے اور شاہ صاحبؒ نے اس سلسلہ میں محدثین اور فقہاء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ امام صالح بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے

اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا:

قلت: كيف يضع الرجل يديه يرفع راسه من الركوع، يضع اليمنى على الشمال ام ارسلها؟ قال: ارجو ان لا يضيق ذلك ان شاء الله (مسائل صالح ج ۲ ص ۲۰۵ مسئلہ نمبر ۷۷۶ اور مخلوط ص ۹۰۰)

میں نے کہا کہ جب آدمی اپنا سر رکوع سے اٹھائے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھے۔ کیا دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لے اور یا پھر دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے اگر اللہ چاہے۔“

یہ کتاب عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہو چکی ہے اردو میں یہ کتاب کافی عرصہ پہلے حیدرآباد سے شائع ہو کر نایاب ہو چکی تھی اور دن بدن اسکی مانگ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ فضیلۃ الشیخ جناب عبداللہ ناصر رحمائی حفظہ اللہ تعالیٰ امیر جمعیت اہلحدیث سندھ نے اسے شائع کرنے کا عزم کیا۔ اور حرکت الدعوۃ والجمہاد کے پلیٹ فارم سے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں بعض جگہ عربی عبارات کے ترجمہ نہیں کئے گئے تھے اور بعض اغلاط کی درستی بھی ضروری تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں راقم الحروف نے اپنی کم علمی کے باوجود پوری جانفشانی سے اس کتاب کی تصحیح کا کام انجام دیا۔ واللہ الحمد۔

کتاب کے آخر میں مفتی اعظم سعودی عرب فضیلۃ الشیخ جناب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ کا مضمون این يضع المصلیٰ یدیه بعد الرفع من الركوع؟ یعنی ”رکوع سے اٹھنے کے بعد نمازی اپنے ہاتھوں کو کہاں

رہے؟ یہ مضمون بھی اس موضوع پر انتہائی جامع ہے اور ایک علمی و تحقیقی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے لہذا افادہ عام کے لئے اسے بھی اس کتاب کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون کو اردو زبان میں ”ادارت البحوث العلمیة والافتاء والدعوة والارشاد بالرياض المملكة العربية السعودية“ سے شائع کیا تھا اور اس کا ترجمہ فضیلۃ الشیخ جناب ابو یوسف قاری محمد صدیق حفظہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہم اس مضمون کو اس ادارہ کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اس ترجمہ میں بعض غلطیاں بھی تھیں جن کی طرف محترم جناب شیخ محمد حسین بلتستانی صاحب کے دوست جناب الشیخ ابو عبد اللہ محمد شعیب صاحب آف فیصل آباد نے توجہ مبذول کروائی ہے۔ ہم اس علمی تحقیق کے لئے موصوف کے شکر گزار ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو طالبان حق کے لئے مشعل راہ بنادے اور تمام مسلمانوں کو قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دمانوی

۲۶ مارچ ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ بروز جمعرات۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي زين و قوفات الصلوة بالوضع فانه عين الخشوع و ذل بين يدي عز و الخضع والصلوة والسلام على من فرض علينا اتباعه بالطاعة والسمع والتأسي بأسوته بدون جمع ما فرق و تفريق ما جمع و على اله واصحابه المقتفين اثاره بالثبوت والورع - المتعذرين من المحدثات والبدع و من تبعهم بالاحسان في الاصل والفرع و اتباعهم الى يوم الجمع -

اما بعد اس مختصر سے رسالہ میں رکوع کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھنے کے متعلق تحقیق لکھی جاتی ہے اس لئے کہ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں لہذا یہاں وضاحت سے سمجھایا جاتا ہے تاکہ طالب تحقیق کیلئے مسئلہ کی صحیح صورت ظاہر ہو جائے اور اس کا نام ”زیادۃ الخشوع بوضع الیدین فی القیام بعد الركوع“ رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

۱ میں نے جو دیکھا ہے کاش وہ بھی دیکھے
دل کی دھڑکن کو سننے دل کا لبو بھی دیکھے

معزز ناظرین! نماز میں ہاتھ کھول کر یا لٹکا کر کھڑا ہونا (رکوع کے بعد خواہ پہلے) کسی بھی حدیث کی کتاب میں حضرت رسول اکرم ﷺ خواہ آپ کے کسی ایک صحابی سے ثابت نہیں ہے، بلکہ سب سے مطلقاً ہاتھ باندھنا ہی مروی ہے۔ اور نماز ایک عمل ہے لہذا اس میں وہی کام کرنے ہیں جو عمل ہونے کی

حیثیت رکھتے ہوں، اور ارسال (ہاتھ لٹکانا) کوئی عمل نہیں ہے اس لئے ایسا کام نماز میں داخل نہیں ہو سکتا اور اگر اس کو عمل قرار دیا جائیگا تو بھی بلا ثبوت نماز میں اسکا داخل کرنا درست نہیں۔ کیونکہ نماز توفیقی عبادت ہے اس لئے بغیر ثبوت کے کوئی بھی عمل اس میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ نیز نماز میں ہاتھ باندھنے کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اس طرح سے ہاتھوں کو بے فائدہ حرکت سے روکا جاسکتا ہے، امام نووی شرح مسلم صفحہ ۷۳ جلد اول میں لکھتے ہیں کہ قال العلماء والحكمة في وضع احدهما عنى الاخرى انه اقرب الى الحشوع ومنعهما

من العبث یعنی ہاتھ باندھنے کی حکمت بتائی ہے کہ یہ کام خشوع اور عاجزی کے قریب ہے اور اس طرح سے نمازی ہاتھوں کو عبث یعنی بے کار حرکت سے روک سکتا ہے اور اسی طرح علامہ زرقانیؒ نے شرح مؤطا صفحہ ۳۶۱ جلد اول میں لکھا ہے، پھر جبکہ حالت رکوع سے پہلے والے قیام کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ رکوع کے بعد بھی کھڑا ہونا رکن اور فرض ہے اور اس میں بھی طول (زیادہ دیر کھڑے رہنا) سنت مؤکدہ ہے اور یقیناً اس قیام میں بھی عبث اور ہاتھوں کی بیکار حرکت کا امکان ہے بلکہ عام طرح سے کتنے آدمیوں کو ہاتھ ہلاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ علت چاہتی ہے کہ اس قیام میں بھی ارسال (ہاتھوں کا کھولنا) درست نہیں۔ ناظرین! بلکہ ارسال نماز کی نہ ہیئت ہے اور نہ ہی اس میں اس کی اجازت ہے جیسے حدیث شریف میں ہے۔ ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی عن السدل فی الصلاة“ رواہ ابو داؤد والترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۷۳

یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں لٹکانے سے منع فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۹۶ جلد اول) یہاں پر یہ بیان نہیں ہے کہ کوئی چیز نہ لٹکائے یا کھولے اور لفظ سدل شرع میں کپڑوں، بالوں اور اعضاء تینوں کے لٹکانے پر مشتمل ہوتا ہے۔ کپڑوں کے لئے جیسے مبرجل سدل ثوبہ (طبرانی) (ترجمہ) ایک شخص کپڑا لٹکائے ہوئے گذر۔ قال ابو ہریری: سدل ثوبہ ای ارخاہ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۹۶ جلد اول) جوہری نے کہا: ”کپڑے کے سدل کا مطلب اسے لٹکانا ہے“ اور بالوں کے لئے بخاری صفحہ ۸۷۷ جلد ۲ میں ہے ”وکان اهل الكتاب يسدون اشعارهم وکان المشركون يفرقون رؤوسهم فسدل النبي ﷺ ناصيته ثم فرق بعد“ اور اہل کتاب اپنے بالوں کو لٹکایا کرتے تھے جب کہ مشرکین اپنے بالوں کی مانگ نکالا کرتے تھے۔ پس نبی ﷺ پہلے (اہل کتاب کی موافقت میں) بالوں کو لٹکایا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے مانگ نکالنی شروع کر دی۔ یہاں بالوں کے لٹکانے پر سدل کا لفظ لا گیا ہے فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۱ میں ہے ”وکان اهل الكتاب يسدلون اشعارهم - بسكون السين وكسر الدال المهملتين اي يرسلونها“ (اور اہل کتاب اپنے بالوں میں سدل کرتے تھے یعنی ان کو لٹکاتے تھے) اور القسطلانی جلد ۶ صفحہ ۳۰ میں ہے ”یرسلون شعر نواصیہم علی جباہہم“ (وہ اپنے آگے کے بالوں کو پیشانی پر لٹکاتے تھے) اور نووی شرح مسلم صفحہ ۲۵۸ جلد ۲ میں ہے ”قال القاضي سدل الشعر ارساله ، يقال : سدل شعره و ثوبه ولم يضم جوانبه“ (ترجمہ) قاضی نے فرمایا ”بالوں کے سدل کا

مطلب انہیں چھوڑ دینا ہے، ”کہا گیا ہے کہ بالوں اور کپڑے کے سدل کا مطلب انہیں چھوڑ دینا ہے (یعنی لٹکانا ہے) اور ان کے کناروں کو نہ ملایا جائے۔“ اور اعضاء کے لئے بخاری صفحہ ۵۰۴ جلد ۱ میں ہے ”اذا نحن بامرأة سادلة رجليها بين مزادتين“ (ترجمہ) اتنے میں ایک عورت کو دیکھا جو دو بڑی مشکلیں (اونٹ پر) لادے ان پر پاؤں لٹکائے جارہی تھی۔ اس حدیث میں اعضاء کے ارسال و لٹکانے کو سدل کہا گیا ہے اور نووی شرح مسلم صفحہ ۲۴۰ جلد ۱ میں ہے ”السادلة المرسلۃ المدلیۃ“، ترجمہ السادلہ کے معنی لٹکانے والی کے ہیں۔ اور قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۳۴ میں ہے اذا نحن بامرأة سادلة بالسين والبدال المهملتین ای مرسلۃ اور حاشیہ بخاری صفحہ ۵۰۴ جلد ۱ میں ہے قال الکرماني السادلة المرسلۃ ان روایات و عبارات سے واضح ہے کہ سدل کا اطلاق بال، اعضاء اور کپڑوں سب کے ارسال پر ہوتا جاتا ہے اور لغت شرح میں سدل ارسال ایک ہیں اور وحید اللغات صفحہ ۵۲ پ ۱۲ میں ہے سدل لٹکانا، چھوڑ دینا اور علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدر شرح الجامع الصغیر جلد ۶ پ ۱۲ میں حدیث ”نخی عن السدل“ کی شرح میں لکھتے ہیں والمراد سدل الید و هو ارسلها“ اور مندرجہ بالا حدیث میں کسی خاص چیز کا نام نہیں ہے اس لئے تینوں کے سدل لٹکانے کو شامل ہے اور لفظ مشترک سب معانی پر محمول ہو گا بشرطیکہ ایسا تعارض واقع نہ ہو کہ ایک معنی لینے سے دوسرا معتذر ہو جائے (مقدمۃ التفسیر صفحہ ۶۰۶ للراغب الاصفہانی نیل الاوطار للشوکانی صفحہ ۶۵ جلد ۲ تحت الاحوذی صفحہ ۲۱۵ جلد ۱ اور چونکہ اس جگہ سب معانی پر محمول کیا جاسکتا ہے لہذا نماز کے اندر اعضاء، بالوں

اور کپڑوں سب کا سدل وارسال ممنوع ہوا۔ الحاصل نماز میں ہاتھوں کا لٹکانا کسی طرح پر موزوں نہیں ہے نیز دنیا کو معلوم ہے کہ شیعہ مذہب والے رکوع سے پہلے خواہ بعد ہاتھ کھولتے ہیں اور ہم رکوع سے پہلے ان کی مخالفت کرتے ہیں اور بعد میں ان سے موافقت کرتے ہیں تلک اذا قسمة ضیزی (یہ تو الٹا فیصلہ ہوا) حالانکہ رکوع کے بعد جو قیام ہے وہ بھی نماز کا ایک رکن ہے اور اس کا مستقل حکم و مستقل ہیئت ہے۔ اس لئے اس میں بھی شیعوں کی مخالفت ضروری ہے۔ ایضاً جس کام کا قرآن وحدیث میں ثبوت نہ ہو اور وہ غیر قوم میں سے کسی بھی فرقہ کا شعار ہے تو اس میں ان کی مخالفت لازمی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”من تشبه بقوم فهو منهم رواہ احمد (مشکوٰۃ صفحہ ۷۵ ۷۶ الجامع الصغیر للیسوطی جلد ۲ جلد ۱۵۱) یعنی جس قوم سے کوئی شخص مشابہت کرے گا تو وہ انہیں میں سے ہے، پھر اس طرح شیعوں سے مشابہت نامناسب ہے کیونکہ یہ کام (ہاتھوں کا لٹکانا کھولنا) قرآن وحدیث میں ثابت نہیں ہے بلکہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت کی مسنون ہیئت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے اور باندھ کر کھڑا ہو اس کے لئے ذیل میں حدیثیں لکھی جاتیں ہیں۔

دلیل نمبر ۱ عن علقمة بن وائل علقمة بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں جب بھی کھڑے ہوتے تھے تو اپنے دایاں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر باندھ لیتے تھے۔

بن حجر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا کان قائماً فی الصلوة قبض بيمينه علی شماله (نسائی صفحہ ۱۴۱ جلد ۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز میں ہر کھڑے ہونے کے وقت سنت ہاتھوں کا باندھنا ہے نہ کہ کھولنا اور رکوع کے بعد بھی کھڑا ہوتا ہے نہ کہ بیٹھنا اس لئے اس وقت بھی ہاتھوں کو باندھ لینا سنت ہے۔ نہ کھولنا کیونکہ راوی یوں نہیں کہتا کہ آپ ﷺ نے فلانہ قیام (کھڑا ہونا) میں ہاتھ باندھے اور فلانہ میں کھولے تھے۔ ایسی تقسیم ہم کو اپنی طرف سے کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہی ایسے الفاظ ہم حدیث میں بڑھا سکتے ہیں بلکہ راوی کے لفظوں میں صاف بیان ہے کہ نماز کے اندر جب بھی آپ ﷺ کے کھڑے ہونے کی حالت آتی تھی تو آپ وضع (ہاتھ باندھنا) فرماتے تھے کیونکہ حدیث میں لفظ ”الصلوۃ“ آیا ہے جس کے معنی ہیں ”نماز میں“ یعنی نماز کے اندر اور نماز ”اللہ اکبر“ سے شروع ہوتی ہے اور ”السلام علیکم“ پر ختم ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ ساری نماز کے اندر جتنی مرتبہ بھی کھڑا ہو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے اور کلمہ ”اذا“ عموم الزمان و کلیۃ الزمان کیلئے آتا ہے (نور الانوار صفحہ ۱۴۶) پس نماز کی کھڑے ہونے کی حالت اس میں داخل ہوگی۔

اعتراض :- راوی علقمہ کا اپنے باپ واکل سے سماع (سننا) ثابت نہیں۔ جواب اولاً :- ایسا کہنے والوں نے صرف اس لئے کہا ہے کہ ان کو اس کے سماع کا ثبوت نہیں ملا ہے۔ لیکن جن کو ثبوت ملا ہے انہوں نے ایسی تصریح کر دی ہے چنانچہ سید الحدیثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (جس کی شرط اس باب میں سب محدثین سے سخت ہے) نے تاریخ کبیر صفحہ ۱۴۱ جلد ۴ میں لکھا ہے کہ ”سمع ابابہ“ یعنی علقمہ نے اپنے والد واکل سے (حدیثوں کو) سنا ہے یعنی سماع ثابت ہے۔

ایضا امام ترمذیؒ اپنی سنن جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ میں فرماتے ہیں کہ ”وعلقمہ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ“ یعنی علقمہ نے اپنے باپ وائل سے حدیثیں سنیں ہیں۔ اور ان اماموں کا یہ فتویٰ اس بنا پر ہے کہ ان کو سماع کا ثبوت ملا ہے۔ اس لئے یہ شبہ باقی نہیں رہا کیونکہ من عرف شیئہ جہ علی من لم یعرفہ ثانیاً علقمہ نے کئی روایتوں میں اپنے باپ سے سماع کی تصریح کر دی ہے اور حدیثی وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں جیسے کہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۶۱ سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ جز رفع الیدین للبخاری صفحہ ۷ (طبع ملتان) میں۔ ایسی روایتیں موجود ہیں اور ثقہ راوی جب سماع کی تصریح کر دے تو پھر ان کی روایتیں محمول علی السماع ہوں گی کما تقرر فی الاصول ثانیاً صحیح مسلم، صحیح ابن حبان اور صحیح ابو عوانہ میں علقمہ کی اپنے باپ سے روایت کی ہوئی حدیثیں موجود ہیں اسلئے ایسی روایتیں قابل قبول ہوتی ہیں۔ رباعاً نیز امام حاکم نے بھی مستدرک صفحہ ۲۲۷ جلد ۱ میں اسکی روایت داخل کی ہے اور اسکو صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی نے بھی تلخیص میں اسکو صحیح مانا ہے اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام صفحہ ۲۵ باب صفۃ الصلوۃ میں سلام کی بابت ابو داؤد کے حوالہ سے اسکی ایک روایت لا کر اسکو صحیح کہا ہے۔ الغرض یہ حدیث صحیح ہے اسکے سب راوی ثقات ہیں اور سند میں ارسال یا انقطاع کا کوئی شبہ نہیں ہے۔

اعتراض :- وائل کی روایت مشکوٰۃ وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز کی صفت کے بیان میں۔ اور اس میں صرف رکوع سے پہلے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت سے مراد خاص وہی قیام ہے۔

جواب اولاً :- اس روایت میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی راوی یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھے اور اس حدیث میں عموم ہے جو ہر قیام کو شامل ہے اور عموم میں زیادہ بیان ہے اور دوسری روایت میں خصوصیت کا کوئی ذکر نہیں لہذا عام عام ہی رہے گا ثانیاً اس روایت میں جس طرح بعد رکوع باندھنے کا ذکر نہیں ہے اس طرح کھولنے کا بھی نہیں ہے اور یہ امر مبہم رہے گا کہ نمازی اس وقت کیا کرے اور یہ حدیث (جو کہ یہاں ذکر ہوئی) عام ہے اور قطعی فیصلہ کر کے اس مشکل کو حل کر دیتی ہے کہ چونکہ یہ بھی کھڑا ہونا ہے اسلئے ہاتھ باندھے ہی جائینگے۔ ثالثاً ہر ایک حدیث مستقل اور اپنا حکم بتاتی ہے اور ایک کو دوسری پر محمول اس وقت کیا جاسکتا ہے جبکہ دونوں پر عمل ناممکن ہو اور جہاں دونوں پر عمل ہو سکتا ہے جیسا کہ اس جگہ ہے ایسی صورت میں ایک حدیث دوسری پر حمل نہیں کی جاسکتی (ارشاد الفحول صفحہ ۶۶ للشوکانی) رابعاً خود وائل نے دوسری حدیث میں بعد رکوع ہاتھ باندھنے کا صاف ذکر کیا ہے جیسا کہ دلیل نمبر ۷ میں آئیگا اور وہاں رکوع سے قبل کھولنے یا باندھنے کا صاف ذکر نہیں تو پھر کیا ایسا کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث (دلیل نمبر ۱) اس پر محمول ہوگی اور قیام قبل رکوع اس میں داخل نہیں حاشا وکلا۔ عموم بلکہ سب کو شامل ہے۔ خامساً بلکہ وائل کا ایک جگہ رکوع سے پہلے ذکر کرنا اور دوسری جگہ بعد میں کرنا صاف بتاتا ہے کہ یہ سنت ہر قیام کیلئے خواہ رکوع سے قبل ہو یا بعد۔ دلیل نمبر ۲ : علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ”الجامع الصغیر“، صفحہ ۱۹۱ جلد ۲ میں ایک حدیث مذکور ہے۔

كان اذا اقام فى الصلوة قبض على شماله بيمينه (طب عن وائل بن حجر) جناب حضرت رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے اندر کھڑے ہوتے تھے تو اپنے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھتے تھے۔ اس روایت کو علامہ سیوطیؒ نے (ح) کا نشان لگا کر حسن اور معتبر کہا ہے اس روایت سے بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہوا کہ نماز میں داخل ہونے کے بعد جتنی دفعہ بھی نمازی کھڑا ہو گا تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا یہاں بھی کلمہ ”اذا“ ہے جو عموم کے معنی دیتا ہے اسکی مثال جیسا نمبر ۱ ”اذا کبر الامام فکبروا“ (جب امام تکبیر کے تم بھی کو) یہاں امام کی سب تکبیریں مراد ہیں نمبر ۲ کان یرفع یدیه اذا کبر و اذا رفع (ہاتھ اٹھاتے تھے جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے) یہاں ہر نماز کی تکبیر تحریمہ اور ہر رکوع مراد ہے نمبر ۳ ”اذا سجد سجد بین کفیه“ (جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کے درمیان کرتے) یہاں سب سجدے مراد ہیں۔ نمبر ۴ ”اذا قام الى الصلوة کبر“ (جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے) میں بھی کھڑے ہونے کی سب حالتیں مراد ہیں اور جو لوگ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں وہ یا تو یوں کہیں کہ رکوع کے بعد کھڑا ہونا ہی نہیں ہے اور یا وہ پھر ایسا ثبوت دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قیام (بعد الرکوع) میں ہاتھ نہیں باندھے بلکہ کچھ اور کام کیا ”ولیس لهم الى ذلك سبیل“، یقیناً وہ حمدہ تعالیٰ نہ رکوع کے بعد کھڑے ہونے کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسی حدیث دکھا سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بعد الرکوع ہاتھ کھولے ہیں یا کچھ اور کیا ہے لہذا حکم عام اپنے عموم پر رہے گا اور وضع کا حکم ہر قیام کیلئے ہوگا۔

اعتراض :- یہ دونوں روایتیں (دلیل نمبر ۱، نمبر ۲) نص نہیں ہیں۔ ان میں صرف اشارہ ہے۔

جواب :- اولاً اس سے زیادہ کیا نص چاہئے کہ اس میں ہر کھڑے ہونے کی حالت میں وضو کا حکم ہے اور رکوع کے بعد بھی قیام ہے۔ ثانیاً اگر نص سے یہ مطلب ہے کہ اس میں بعد رکوع کا لفظ نہیں ہے تو اس میں قبل رکوع بھی تو نہیں ہے۔ اس طرح یہ روایت کسی مسئلہ کے لئے نص نہ رہی حالانکہ ہر ایک روایت پہلے کسی خاص مسئلہ کے لئے نص ہوتی ہے اور بعد میں اشارہ اس سے اور مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ یہ روایت ہر قیام میں وضو کے لئے نص ہے۔ ثانیاً اگر بالفرض تسلیم کیا جائے کہ ان میں صرف اشارہ ہے لیکن جس اشارہ کی عبارت معارض نہ ہو وہ بھی حجت ہے کما تقر فی الاصول رابعاً۔ مسائل دینیہ منصوص نہیں ہیں بلکہ کئی مسائل اشارہً ماخوذ ہیں۔

اعتراض :- اذا قضیہ کو مہملہ بناتی ہے اور وہ ملازم جزئیہ ہوتا ہے۔

جواب :- مہملہ جزئیہ پر صادق ضرور آتا ہے مگر اس پر منحصر نہیں ہے جیسے مات الانسان مات زید پر صادق آتا ہے مگر یہ مات عمرو پر نہیں آسکتا ہے یہ اعتراض اس وقت وارد ہو سکتا ہے جبکہ جزیئہ پر منحصر ہوتا ہو۔ ثانیاً جزئیہ پر منحصر کرنا عموم بلوی کو مستلزم ہے قرآن میں ہے ”فاذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون“، (الاعراف: ۳۴) ترجمہ ”پس جب انکی مدت پوری ہو جائے گی تو وہ ایک گھڑی بھی پیچھے نہیں ہٹ سکیں گے اور نہ ہی آگے بڑھ سکیں گے“۔ ”واذا اراد الله بقوم سوء فلا مرد له“، (الرعد: ۱۱) ترجمہ: ”اور جب اللہ

تعالیٰ کسی قوم کے متعلق برا ارادہ کر لیتا ہے تو اسکو ٹالنا (ممکن) نہیں ہوتا۔
 وغیرہ من الایات اور احادیث میں ”اذا قام الی الصلوٰۃ کبر“، ترجمہ جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ ”اذا قال ولا الضالین قال آمین“
 ترجمہ جب آپ ﷺ ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے۔ ”اذا قام من اللیل یشوفہ
 بالسواک“ ترجمہ جب آپ ﷺ رات کو اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف
 کرتے۔ وغیرہ۔

ثالثاً ”مہملہ عموم کو مانع نہیں الا وہ فرد جس کے شمول سے کوئی مانع
 موجود ہو جیسے آیت ”اذقرو القرآن فاستمعوا له وانصتوا“ (الاعراف
 ۲۰۴) ترجمہ: جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ کو مقتدی کے شامل
 ہونے سے احادیث مانع ہیں اور آیت ”اذا قمت الی الصلوٰۃ فاغسلوا
 وجوهکم“ (الایۃ مائدہ: ۶) جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے
 دھو لو“ کو حدیث ”یصلی الصلوٰۃ بوضوء واحد“ (آپ ﷺ نے فتح مکہ کے
 موقع میں ایک ہی وضوء سے تمام (پانچوں) نمازیں پڑھیں) صارف ہے اور
 جہاں کوئی صارف مانع نہیں ہے وہاں عموم ہی رہے گا کہ نحن فیہ

دلیل نمبر ۳ عن سہل بن سعد سہل بن سعد سے روایت ہے کہ
 انه قال کان الناس یؤمرون ان (زمانہ نبوی میں) لوگوں کو یہ حکم تھا
 یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ کہ (نماز میں) ہر ایک مرد اپنا دایاں
 الیسری فی الصلوٰۃ (بخاری جلد ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے۔

اس قسم کی روایتیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ امر کرنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا جیسے کہ کتب اصول حدیث کفایہ للخطیب، شرح النخبة، مقدمہ ابن الصلاح، تدریب الراوی، فتح المغیث وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ روایت بھی مدعی کے اثبات میں بالکل واضح ہے کیونکہ یہاں نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہے اور ”ادنی ما یطلق علیہ الصلوٰۃ“ یعنی کم از کم جس کو نماز کہا جائے ایک رکعت ہے۔ حدیثوں میں ایک رکعت وتر آیا ہے ”کما اخرجہ السنۃ والدارمی واحمد والحاکم والدارقطنی و البیہقی والمروزی وغیرہم“ اسی طرح صلوٰۃ الخوف بھی ایک رکعت آئی ہے کما اخرجہ ابو داؤد و البخاری فی جزئہ اور ہر ایک رکعت میں ایک دفعہ کھڑا ہو کر رکوع کیا جاتا ہے اور رکوع کے بعد پھر کھڑا ہونا پڑتا ہے پھر ایک سجدہ کر کے بیٹھتا ہے اور پھر دوسرا سجدہ کر کے بیٹھنا پڑتا ہے۔ گویا کہ پوری رکعت سات ارکان کا مجموعہ ہے یعنی دو قیام، دو سجدہ، دو جلسہ ایک رکوع اور اس حدیث میں کسی خاص رکن کا ذکر نہیں ہے اور ہر رکن میں وضع کیا جائے لیکن چونکہ رکوع کے لئے الگ حکم وارد ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جائیں (ابوداؤد، دارمی مشکوٰۃ صفحہ ۸۷) اور جلسہ میں گھٹنوں اور رانوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے (ابوداؤد صفحہ ۱۸۵ مشکوٰۃ صفحہ ۵۵) اس لئے رکوع، سجدہ، جلسہ کی حالتیں اس حکم میں داخل نہیں کی جاسکتی باقی کھڑے ہونے کی حالتیں رہتی ہیں لہذا یہ حکم ان کے لئے سمجھا جائیگا اور اس میں ایک قیام (یعنی قبل الركوع) کو داخل کرنا اور دوسرے (یعنی بعد الركوع) کو اس سے خارج کرنا بلا دلیل جائز نہیں ہے اور جو اس کے مدعی ہیں وہ مکلف ہیں کہ کوئی ایسی روایت پیش کریں

جس میں رکوع، سجدہ اور جلسہ کی طرح قیام بعد الركوع کے لئے ہاتھ باندھنے کے علاوہ دوسرا حکم وارد ہو واذالیس فلیس الحاصل یہ حدیث بھی ہمیں حکم دیتی ہے کہ نماز کے اندر ہر قیام (کھڑے ہونے کی حالت) میں ہاتھ باندھے جائیں۔

دلیل نمبر ۴: عن هلب قال كان حضرت هلب رضی اللہ عنہ سے یومنا رسول اللہ ﷺ فیماخذہ روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ شمالہ یمنینہ (ترمذی جلد ۱) ہم کو امام ہو کر نماز پڑھاتے تھے صفحہ ۵۵ بیہقی جلد ۲ صفحہ اور بایاں ہاتھ دایاں سے پکڑتے یعنی باندھ لیتے تھے۔ (۲۹)

اس روایت میں بھی مطلق نماز کا ذکر ہے اور اوپر ذکر ہوا کہ رکوع، سجدہ اور جلسہ میں ہاتھوں کے لئے خاص حکم وارد ہے لہذا اس روایت میں صرف کھڑے ہونے کی حالتوں میں ہاتھوں کو باندھنا مراد ہو گا پھر پہلی رکعت ہو خواہ دوسری یا تیسری یا چوتھی قبل الركوع ہو یا بعد۔

دلیل نمبر ۵: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ ﷺ انا معشر الانبیاء امرنا بتعجيل فطرنا و تأخير سحورنا وأن نضع أيماننا على شمالكنا في الصلاة رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۔ رواه الطبرانی فی معجمه الكبير ۱۱/۱۹۹-۷ و أخرجه ابن حبان فی صحیحہ ص ۳/۱۹۶)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نیوئوں کو اللہ کی طرف سے تین کاموں کا حکم ہوا ہے روزہ افطار کرنے میں جلدی کریں اور سحری کھانے میں دیر کریں اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھیں۔

یہ حکم بھی ہر کھڑے ہونے کی حالت کے لئے ہے کیونکہ اس عموم سے صرف رکوع، سجود، جلسہ کی تخصیص کی دلیل وارد ہے باقی قیام اول خواہ دوم کسی کی تخصیص یا استثناء کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ حکم قیام قبل الركوع کے لئے خاص ہو اور حکم کرینوالا (یعنی اللہ تعالیٰ یا اس کا رسول ﷺ) اس کی وضاحت نہ کرے بلکہ مطلق کھڑے ہونے کی حالت میں حکم فرمائے اس لئے ایسا مطلق حکم ہر قیام کو شامل رہے گا۔ ہمیں اپنی طرف سے یہ حق کبھی حاصل نہیں ہے کہ بلا دلیل اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے کسی عام حکم کو کسی ایک حالت یا رکن کے لئے خاص کریں یا ان کے مجموعی حکم کی تفریق کریں یا الگ الگ حصوں میں تقسیم کریں، ام لہم شرکاء و شرعوا لہم من الدین ما لم یأذن بہ اللہ (الشوریٰ پ ۲۵ ع ۳) یعنی کیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے شرکاء (حصہ دار) ہیں جو کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شریعت بنا دیتے ہیں۔ پس جو حکم اللہ تعالیٰ نے ملا کر بھیجا ہے اس کو بلا دلیل شرعی حصے کر کے بانٹنا کہ یہ حکم رکوع سے قبل کے لئے ہے بعد کے لئے نہیں ہے۔ یہ تو بعینہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شریعت میں اضافہ کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ولیل نمبر ۶ عن وائل قال رایت
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین
 کبر رفع یدیه حذاء اذنیہ ثم حین
 رکع ثم حین قال سمع اللہ لمن
 حمدہ رفع یدیه و رایتہ ممسکا
 بیمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ
 (مسند احمد صفحہ ۳۱۸ جلد ۴)

وائِلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
 کہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کرتے وقت
 اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے تھے
 اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر رکوع
 سے سیدھے ہوتے تھے تو بھی ہاتھ
 اٹھاتے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو
 نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر باندھے
 ہوئے دیکھا۔

یہ روایت بھی مسئلہ کو خوب واضح کر دیتی ہے کیونکہ یہاں حضرت وائلؓ
 آنحضرت ﷺ سے رکوع سے قبل اور بعد دونوں حالتوں کو ذکر کرنے کے بعد
 کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر باندھے ہوئے دیکھا
 جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ رکوع سے پہلے خواہ بعد ہر کھڑے
 ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھ لیتے تھے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ حکم قیام اول
 کے لئے خاص نہیں ہے۔

اعترض: اسکی سند میں راوی عاصم بن بکیر ہے جسکا تفرد حجت نہیں ہے کما فی
 المیزان والتہذیب وغیرہما۔

جواب: اس مسئلہ کا ثبوت خود وائلؓ کی متعدد روایات سے ہوتا ہے لہذا تفرد کا
 سوال ہی نہیں رہتا بالخصوص آئندہ دلیل جیسے کہ وہاں بیان ہوگا۔

دلیل نمبر ۷: عن وائل الحضرمیؓ
 قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ
 فکبر حین دخل و رفع یدیه و حین
 اراد ان یرکع و حین رفع راسه من
 الرکوع رفع یدیه و وضع کفیه
 و جافی و فرش فخذہ الیسری من
 الیمنی و اشار باصبعه السبابة
 (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)
 حضرت وائل حضرتؓ نے کہا میں نے
 حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز
 پڑھی آپ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل
 ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے
 اور جب رکوع کا ارادہ کیا تب بھی دونوں
 مبارک اٹھائے اور جب رکوع سے سر اٹھایا
 تو دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور دونوں
 ہاتھ رکھ دیئے اور (سجدہ میں) اپنے ہاتھوں
 کو بدن سے دور رکھا اور (جلد میں بائیں
 ران کو دائیں سے الگ) چھایا اور شہادت
 کی انگلی سے اشارہ کیا۔

تنبیہ : یہ روایت عاصم بن کلیب سے شعبہ نقل کرتا ہے اس لئے اسکے تفرد کا
 سوال ہی نہیں رہا کیونکہ شعبہ اپنے اساتذہ سے وہ حدیثیں زوایت کرتا ہے جو صحیح
 ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۰) پس اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ باقی
 نہیں رہا اور اس میں صریح الفاظ ہیں کہ و حین رفع راسه من الرکوع رفع
 یدیه و وضع کفیه یعنی اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو بھی دونوں ہاتھ مبارک
 اٹھائے اور ہاتھ رکھ دیئے اور اس جملہ میں و وضع کفیه میں واو حرف عطف
 ہے اور معطوف و معطوف علیہ کا ظرف ایک ہے یعنی ”ومن رفع رأسه من
 الرکوع“ اور اس سے مراد رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا غلط ہوگا۔ اس لئے کہ
 رکوع کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور یہاں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کا ذکر ہے اس

دلیل نمبر ۷: عن وائل الحضرمیؓ
قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ
فکبر حین دخل و رفع یدیه و حین
اراد ان یرکع و حین رفع راسه من
الركوع رفع یدیه و وضع کفیه
و جافی و فرش فخذہ الیسری من
الیمنی و اشار باصبعه السبابة
(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۰۷)
(۳۱۷)

حضرت وائل الحضرمیؓ نے کہا میں نے
حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز
پڑھی آپ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل
ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے
اور جب رکوع کا ارادہ کیا تب بھی دونوں
مبارک اٹھائے اور جب رکوع سے سر اٹھایا
تو دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور دونوں
ہاتھ رکھ دیئے اور (سجدہ میں) اپنے ہاتھوں
کو بدن سے دور رکھا اور (جلوس میں) بائیں
ران کو دائیں سے الگ) ہٹھایا اور شہادت
کی انگلی سے اشارہ کیا۔

تنبیہ: یہ روایت عاصم بن کلیب سے شعبہ نقل کرتا ہے اس لئے اسکے تفرد کا
سوال ہی نہیں رہا کیونکہ شعبہ اپنے اساتذہ سے وہ حدیثیں روايت کرتا ہے جو صحیح
ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۰) پس اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ باقی
نہیں رہا اور اس میں صریح الفاظ ہیں کہ ”و حین رفع راسه من الركوع رفع
یدیه و وضع کفیه یعنی اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو بھی دونوں ہاتھ مبارک
اٹھائے اور ہاتھ رکھ دیئے“ اور اس جملہ میں ”و وضع کفیه میں واو حرف عطف
ہے اور معطوف و معطوف علیہ کا ظرف ایک ہے یعنی ”ومن رفع رأسه من
الركوع“ اور اس سے مراد رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا غلط ہوگا۔ اس لئے کہ
رکوع کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور یہاں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کا ذکر ہے اس

ذکر السید الامام ابو الشجاع فی کتاب ”ملتقط“ کے مصنف سردار الملتقط انه یاخذ اليسرى باليمنی ابو شجاع نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ فی تلك القومة علی قولهما۔ اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق نمازی رکوع کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں بائیں ہاتھ دائیں سے پکڑ (یعنی ہاتھ باندھ) لے۔

اور اسی طرح حنفی مذہب میں چوٹی کا عالم علامہ ابو بحر کاسانی جو ملک العلماء (عالموں کا فرشتہ یا عالموں کا بادشاہ) کے لقب سے مشہور ہے اپنی مایہ ناز کتاب ”بدائع الصنائع“ جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ :-

(۲۳) وكذلك روى عن ابی امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے مروی ہے حنیفہ ومحمد انه يضعهما كما کہ نماز میں رکوع کے بعد بھی نمازی يضع يمينه علی يساره فی الصلاة۔ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر باندھ لے۔ ناظرین کرام سید ابو شجاع ان تین کبار حنفیہ میں سے ایک ہیں جن کا متفق علیہ فتویٰ ہی علماء کے ہاں معتبر سمجھا جاتا تھا باقی دو کے نام یہ ہیں۔ علی بن الحسین سغریٰ اور حسن ماتریدی (الفوائد البھیة فی تراجم الحنفیہ مصنفہ علامہ عبدالحی لکھنوی) اور علامہ کاسانی بہت بڑا فقیہ اور خلافت پر بڑا عبور رکھنے والا تھا۔ الجواہر المصیة فی طبقات الحنفیہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ مصنفہ علامہ عبدالقادر قریشی حنفی) ان دونوں کی روایت سے ثابت ہوا کہ تینوں ائمہ ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد بھی اس کے قائل تھے۔

اعتراض :- یہ روایت ظاہر روایت (جس میں ہاتھ کھولنے کا ذکر ہے) کے خلاف ہے۔

جواب :- اولاً اس روایت کے صحت و مقبول ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ خود یہ دونوں حضرات ابو الشجاع اور کاسانی اس روایت کے موافق اور اس قول کو اختیار کرنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ اور فقہانے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسے کہ آگے ان شاء اللہ تعالیٰ عبارتیں آئیں گی۔ ثانیاً اس کا خود کاسانی نے جواب دیا ہے کہ حدیث میں مطلقاً وضع کا حکم ہے اور یہ اقرب الی الخشوع ہے جیسے کہ آگے عبارت آئے گی پس یہ روایت بوجہ موافق ہونے حدیث کے اور قرین قیاس ہونے کے مقبول ہے۔ ثالثاً جو غیر ظاہر روایت اصول حنفیہ کے موافق ہو وہ ان کے ہاں قابل ترک نہیں ہے کما فی امام الکلام صفحہ ۱۵۶ نقلاً عن غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلیٰ اور یہ روایت بھی اصول حنفیہ کے موافق ہے کیونکہ ان کا قاعدہ ہے کہ ”کل قیام فیہ ذکر مسنون فقیہ الوضع و کل قیام لیس کذا فقیہ الارسال (شرح الوقایہ جلد ۱ صفحہ ۳۰ ہدایۃ جلد ۱ صفحہ ۸۶) یعنی جس قیام میں دعا مسنون ہے اس میں ہاتھ باندھے جائیں جس میں ایسا نہیں اس میں کھولے جائیں۔ چونکہ قیام بعد الرکوع میں بھی دعا مسنون ہے حدیثوں میں مروی ہے لہذا خود حنفیوں کا اصول مقتضی ہے کہ ہاتھ باندھے جائیں۔ کہ کھولے جائیں لہذا یہ روایت معتبر و قابل اخذ رہی اور بناء علیہ کئی

”علماء حنفیہ“

بھی اس کے قائل ہوئے ہیں چنانچہ علامہ عینی ہدایہ شرح ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۶۱۱ میں لکھتے ہیں کہ :-

نمبر ۱ وہ قال ابوعلی النسفی ابو علی نسفی ، حاکم عبدالرحمن اور والحاکم عبدالرحمن واسماعیل اسماعیل زاہد اسی (رکوع کے بعد ہاتھ الزاہد باندھنے) کے قائل ہیں۔

یہ تینوں حضرات اپنے اپنے وقت میں حنفی مذہب کے امام و مفتی مانے جاتے تھے، ان کا ترجمہ الفوائد الہیۃ علی الترتیب صفحہ ۶۶، صفحہ ۹۳، صفحہ ۱۰۴ میں موجود ہے۔

نمبر ۲ وہو مختار السید ابی سید ابو شجاع نے اسی رکوع کے بعد الشجاع صاحب الملتقط (کبیری ہاتھ باندھنے کو اختیار کیا ہے۔ شرح المصلی صفحہ ۳۹۲)

نمبر ۳ فی الجامع الاصغر: و اذا رفع المصلي رأسه من الركوع يطمئن قائما و يضع يده اليمنى على اليسرى حتى ينحط للسجود (عینی شرح ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۶۱۱ سعایہ شرح الوقایہ لکھنوی جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

جامع اصغر (مصنفہ فقیہ ابو سلمہ) میں ہے کہ نمازی جب رکوع سے سر اٹھائے تو کھڑا ہو کر اطمینان لے اور سجدہ کے لئے جھکنے تک دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھے رکھے۔

ناظرین ! ابو سلمہ فقیہ تین واسطوں سے امام محمد کے شاگرد ہیں (الجواہر الفقیہ جلد

۳ صفحہ ۱۱۸، القوائد البھیة صفحہ ۲۲۵۔

نمبر ۴ :- علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ :-

والصحيح جواب ظاهر الرواية لقوله ﷺ انا معشر الانبياء امرنا ان نضع ايماننا على شمالكنا في الصلوة من غير فصل بين حال وحال فهو على العموم الاما نخص بدليل ولان القيام من اركان الصلوة والصلوة خدمة الرب تعالى و تعظيم له والوضع في التعظيم ابلغ من الارسال (بدائع الصنائع جلد ۱ صفحہ ۲۵۱)

ظاہر روایت (جس میں بعد الركوع ارسال کا ذکر ہے) کا یہ جواب ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم نبیوں کو نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنے (یعنی باندھنے) کا حکم ہے (یہ حدیث دلیل نمبر ۵ میں گذری) اس میں کسی حالت (رکوع سے قبل یا بعد) کی تخصیص نہیں ہے لہذا یہ حکم عام رہیگا مگر جس حالت کو دلیل خاص کر دے (اور یہاں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے) نیز کھڑا ہونا (یعنی قیام) نماز کا رکن ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کی خدمت اور تعظیم ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ادب و تعظیم ارسال (ہاتھوں کو کھولنے) کی بہ نسبت باندھنے میں زیادہ ہے۔ یعنی رکوع کے بعد تکبیرات عیدین کے دوران اگر قیام لمبا ہو جائے تو ہاتھ باندھ لیوے۔

ناظرین! رکوع کے بعد قیام کرنا ضروری ہے۔ رکوع سے سیدھے ہو کر جلدی

تجدہ میں جانا خلاف سنت ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کان النبی نبی کریم ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ
 ﷺ اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ
 قام حتی نقول قداوہم (مشکوۃ) ہم کہتے کہ آپ ﷺ (تجدہ میں جانا)
 صفحہ ۸۲ بحوالہ مسلم) بھول گئے ہیں۔

اور نیز مسلم شریف صفحہ ۱۹۰ کی ایک روایت میں آپؐ سے طویل دعا مروی ہے
 اور حضرت حدیفہؓ ایک روایت کرتے ہیں کہ:-

ثم قام طويلاً قريباً من الركوع آپ ﷺ نے بعد الركوع رکوع کے
 الحديث (صحيح ابوعوانه جلد ۲) قریب لمبا قیام فرمایا۔

(صفحہ ۱۳۶)

پس جب رکوع کے بعد اس قدر طویل قیام ہو سکتا ہے تو پھر ہاتھ باندھنے ضروری
 ہوئے۔ دراصل لوگوں نے اس قیام کی اہمیت کو بھلا دیا ہے اس لئے ہاتھ باندھنے
 سے غافل ہیں۔

نمبر ۶: در مختار کی اس عبارت کے تحت میں علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:-

فظاهره يعم كل قيام طال وعليه بظاير الفاظہر ایک قیام کو شامل ہیں
 فيضع في قيام صلاة التسايح بين اور بتاریس تسبیح نماز کے بعد الركوع
 الركوع والسجود (طحطاوی کے قیام میں (نمازی) کو ہاتھ باندھ
 حاشیہ در مختار ص ۴۳۷ جلد ۱) لینے چاہیں۔

ناظرین: تسبیح نماز میں بعد الركوع ہاتھ باندھنے کو علامہ مخدوم عبدالواحد

سیوستانی نے بھی اختیار کیا ہے۔ اور اپنے بیاض (جو کہ بیاض واحدی کے نام سے مشہور ہے) میں اس کو اقوال فقہا سے تحقیق کر کے ثابت کیا ہے اور یہ سب اس لئے قائل ہوئے ہیں کہ اس قیام میں لمبائی بھی ہے اور ذکر مسنون بھی۔ پس جبکہ رکوع کے بعد حضرت رسول ﷺ سے دیر تک کھڑا رہنا اور لمبی دعا پڑھنا ثابت ہے تو پھر اس وقت ہاتھوں کا باندھنا ہی سنت ہے۔

نمبر ۷ متاخرین احناف کے قابل فخر علامہ عبدالحی صاحب لکھنوی اس مسئلہ کے متعلق طویل بحث کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

لا مضائقہ فی اختیارہ بعد ظہور اس قول (رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے موافقہ للاصول (سعیہ شرح) کے اختیار کرنے میں کوئی حرج و وقایہ صفحہ ۱۵۹ جلد ۲) مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ (اگرچہ ظاہر روایت نہیں ہے مگر) اصول حنفیہ سے اس کا موافق ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔

الغرض فقہ حنفیہ میں بھی اس کا قوی ثبوت موجود ہے :-

علماء حنبلیہ

کے متعلق حوالہ جات پڑھیں :-

نمبر ۱ ثم ان شاء ارسل یدیه من غیر پھر (رکوع سے سیدھے ہوئے بعد نمازی وضع احدھما علی الاخری وان شاء کو اختیار ہے چاہے ہاتھ لٹکا دے اور چاہے وضع یمینہ علی شمالہ نص دایاں بائیں پر رکھ کر باندھ لے۔ امام احمد احمد علی تخیمیدہ بینہما (کشاف نے اسے اختیار دینے کی تصریح کر دی ہے اتضاع فی متی الاقناع)

(اس سلسلہ میں مسائل صالح بن احمد بن حنبلؒ کا حوالہ گزر چکا ہے ابو جابر۔)
ناظرین کرام امام احمد بن حنبلؒ کی تنصیص سے کئی اہم امور ظاہر ہوئے :-
(الف) یہ دعویٰ غلط ہوا کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔
(ب) اسی طرح ارسال کے متعلق جو اجماع کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ باطل ہو گیا
(ج) آپ کی نظر میں ارسال کے لئے حدیث موجود نہیں تھی ورنہ اسی کو اختیار فرماتے۔

(د) بلکہ سلف میں اور مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی مختلف فقہا تھا چونکہ آپ کو کسی ایک طرف کے لئے ترجیح معلوم نہیں ہو سکی لہذا دونوں کا اختیار دیا جیسا کہ امام ممدوح کے طریقہ اجتہاد سے ظاہر ہے مزید تسلی کے لئے اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۲ ملاحظہ کیجئے۔

بعض حضرات کا یہ کہنا بھی غلط ہوا کہ ارسال تو اثر عملی سے ثابت ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو امام صاحب موصوف صرف ارسال ہی کو اختیار کرتے حالانکہ آپ نے دونوں کو اختیار کرنا بتایا ہے کہ دونوں طرح کا عمل تھا۔

تنبیہ :- جو مسئلہ سلف میں مختلف ہو اس کے لئے تحقیق ضروری ہے ہاں جب تک کسی طرف کا رائج ہونا ظاہر نہ ہو تو پھر وہی فیصلہ ہے جو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا لیکن یہاں بفضلہ تعالیٰ وضع کو ترجیح حاصل ہے جیسے کہ اوپر دلائل سے معلوم ہوا۔ اور یہ صحیح نہیں کہ جو بات امام صاحب موصوف کو معلوم نہ ہو وہ کسی دوسرے کو بھی معلوم نہ ہو کیونکہ کم ترک الاول للآخر ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ وضع کے بھی قائل ہیں اور اسی طرح فقہ حنبلی کی مشہور کتاب فقہی

الادوات میں بھی ہے :-

نمبر ۲ اذا رفع المصلی من الركوع جب نمازی رکوع سے سر اٹھائے پس فان شاء وضع يمينه على شماله وان اس کو اختیار ہے چاہے ہاتھ باندھ لے شاء ارسلها شرح الزاد المستقنع اور چاہے کھول دے۔

صفحہ ۴۷ -

جب فقہ حنبلی میں بھی اس کا ثبوت ہے اور پھر بھی یہ کہنا کہ کوئی اس کا قائل نہیں خواہ مخواہ کی جرأت ہے بلکہ علامہ ابو اسماعیل یوسف صاحب ہزاروی نے اتمام الحشوع میں لکھا ہے کہ ہم نے بہت سے حنابلہ کو ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح -

”محدثین کرام“

میں سے کسی نے بھی یہ تصریح نہیں کی ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ کھولنا چاہیے اور نہ کسی سے عملاً بھی مروی ہے۔ مثلاً مدینہ کے فقہاء سعد بن سالم بن عبد اللہ بن عمر، سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، القاسم بن محمد، عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود، خارجہ بن زید، سلمان بن یسار جن کا فتویٰ پورے حجاز میں چلتا تھا۔ پھر ائمہ کرام حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ، امام ابن عیینہؒ، امام لیث بن سعدؒ، عطاءؒ، مغیرہؒ، حسن بصریؒ، ابراہیم قحطیؒ، سعید بن جبیرؒ، طاؤسؒ، مجاہدؒ، عبد اللہ ابن المبارکؒ، زھرئیؒ، اسحق بن راہویہؒ، علی بن المدینیؒ، حمیدیؒ، سحی بن معینؒ، سحی القطانؒ، اصحاب صحاح ستہ بخاری، مسلم، نسائی، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی، ابو حاتم، ابو زرعہ الرازی، محمد بن نصر المروزی، ابن خزیمہ، ابن حبان

، داؤد اصفہانی، مسدود، عبد اللہ حمید، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق، طحاوی، ابن قتیبة، ابو یعلیٰ، بزاز، طبرانی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، ابن حزم، ابن جوزی، ابن تیمیہ، نووی، ابن حجر، شوکانی وغیرہم کسی سے بھی ایسی تصریح نظر نہیں آئی بلکہ جس نے بھی کچھ کہا تو مطلق کھڑے ہونے کی حالت میں ہاتھ باندھنے کے لئے کہا ہے اور اس اطلاق کا یہی تقاضا ہے کہ حکم عام ہے۔ اور قیام بعد الرکوع کو بھی مضمّن ہے یا تو لغایت یہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کا اس مسئلہ کی طرف خیال ہی نہیں گیا ہے۔ لیکن جس کے ذہن میں یہ مسئلہ آئے وہ تو یقیناً تحقیق کا مکلف ہے اور تحقیق یہ چاہتی ہے کہ ہر وقوف و قیام میں وضع ہونہ کہ ارسال۔ نیز اس صورت میں ارسال کے مدعی ان میں سے کسی کی شہادت پیش نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ جب ان کا خیال ہی اس طرف نہیں گیا ہے تو پھر ان کو فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار بھی نہ رہا۔ باقی قائلین بالوضع کے پاس تو دلائل ہیں اور وہ مسئلہ احادیث سے لیتے ہیں لہذا ان کو کسی مزید شہادت کی حاجت نہیں بلکہ امام احمد بن حنبلؒ بذات خود باتفاق کافۃ العلماء اہلحدیث ہیں (مختصر ممقّت الحیالہ صفحہ ۸ منہاج السنۃ لائمن تیمیہ ج ۴ صفحہ ۱۴۳)۔ آپ سے تصریح و نص کا پایا جانا بھی عموم حکم کے قائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ :

ونستحب ان يضع المصلي يده همارے نزدیک مستحب ہے کہ نمازی الیمنی علی یدہ الیسری فی اپنی نماز میں اپنے ہر کھڑے ہونے کی الصلوۃ فی وقوفہ کلہ (المحلی حالت میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے جلد ۴ صفحہ ۱۱۱) اوپر رکھے۔

اور چند روایات و آثار سے استدلال کیا ہے اور ان کو اپنے عموم پر رکھا ہے۔ الغرض بعد الرکوع ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔ اب بھی کئی لوگ اس پر عامل ہیں غرب، مکہ و مدینہ بلکہ پورے حجاز میں کئی علماء اس کے قائل اور عامل ہیں۔

ہاتھ نہ باندھنے والے

دو فرقے ہیں۔ ایک ایسے ہیں کہ ہاتھ نیچے لٹکا دیتے ہیں دوسرے رفع الیدین کر کے اوپر روک دیتے ہیں اور سجدہ کو جانے تک اٹھائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں طریقے صحیح نہیں ہیں۔ اول الذکر اس لئے کہ ارسال اور لٹکانے کی منع وارد ہے نیز یہ فعل کسی طرح نماز کے لئے موزوں نہیں ہے۔

اعتراض :- ارسال اس لئے کرتے ہیں کہ وضع کا ثبوت نہیں ہے۔ جواب :- ثبوت تو ہم نے مکمل دے دیا ہے۔ ثانیاً علی فرض التسليم ارسال و وضع میں تباہی کلی نہیں ہے، جو ایک کے ارتفاع سے دوسرے کے وقوع کو مستلزم ہو۔ ثالثاً پھر اس کو کیا کرنا چاہئے؟ اپنی طرف سے آپ تو شریعت نہیں بنا سکتے۔

عجوبہ : عام علماء یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ کسی مخلوق کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جائز نہیں ہے اس کے لئے کوئی حدیث یا آیت تو پیش نہیں کر سکتے ہیں مگر یوں کہتے ہیں کہ جو فعل نماز میں کیا جاتا ہے وہ کسی مخلوق کے سامنے نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ دلیل بلا شک معقول ہے مگر بناء علیہ ارسال بھی تو (بقول شما) نماز میں ہونے والا فعل ہے پس کسی مخلوق کے آگے ہاتھ لٹکا کر کھڑا ہونا اور باتیں کرنا کیسے